تقریر

تقریر بابت خاندانِ مسیح موعودؑ
وقت 5-7منٹ

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (التوبہ:112)

توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، (خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے، (لِلّٰہ) رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے، اور بُری باتوں سے روکنے والے، اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، (سب سچّے مومن ہیں) اور تُو مومنوں کو بشارت دے دے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے **"سیرت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ"**

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ جولائی 1881ء بروز سوموار دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کے والد حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ اور والدہ محترمہ سیّد بیگم صاحبہؓ تھیں۔ اُمّ المومنین حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا آپؓ کی ہمشیرہ تھیں اور حضرت اماں جانؓ کی پیدائش کے بعد حضرت میر ناصر نواب صاحب کے پانچ بچے پیدا ہوئے جو بچپن میں ہی فوت ہوگئے۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی پیدائش کے پانچ سال کے بعد آپؓ کے بھائی حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کی پیدائش ہوئی تھی۔ آپؓ کے نام کی وجہ تسمیہ یہ بنی کہ ایک دفعہ دلّی کے ایک مشہور اہلِ حدیث عالم مولوی نذیر حسین صاحب حضرت میر ناصر نوابؓ صاحب سے ملنے لدھیانہ آئے تو میر صاحب نے حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کو جو ابھی چھوٹے تھے ان سے ملایا۔ مولوی نذیر حسین صاحب نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ شعر پڑھا

برائے کردن تنبیہ فساق
دوبارہ آمد اسماعیل و اسحاق

یعنی فاسقوں کو تنبیہ کرنے کے لیے اسماعیل اور اسحاق نے دوبارہ سے جنم لیا ہے۔ اسی لیے آپؓ کے والد نے آپ کے بھائی کا نام میر محمد اسحاق رکھا۔ حضرت اماں جانؓ آپؓ کو دہلی کے رواج کے مطابق "میاں" کہہ کر بلایا کرتیں اور آپؓ انہیں آپا جان کہتے تھے۔ آپؓ کے والد حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ دلّی کے معزز خاندان کے فرد تھے۔ آپؓ کے دادا سیّد محمد ناصر امیرؒ، حضرت خواجہ میر دردؒ کے خاندان میں سے تھے۔ آپؓ کی والدہ حضرت سیّدہ سیّد بیگم صاحبہؓ، سیّد عبدالکریم صاحب کی بیٹی تھیں۔ دونوں خاندان معزز سادات گھرانے تھے۔ آپؓ کے والدین بہت ہی متقی اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ نسب کے اعتبار سے آپؓ "حسینی سیّد" تھے یعنی آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسینؓ کی نسل میں سے تھے۔ دہلی میں رواج تھا کہ سادات کو احترام سے "خواجہ" یا "میر" کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ آپؓ 313ء اصحاب میں شامل ہیں۔

آپؓ کے والد نے غالباً 1894ء میں قادیان میں مستقل رہائش اختیار کی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں آپؓ کا قیام، آپؑ کے دار میں تھا اس لئے آپؓ کا بچپن اور سکول کا ابتدائی زمانہ قادیان میں گزرا اور یوں آپؓ کی تربیت حضرت مسیح موعودؑ کی زیر نگرانی ہوئی۔ 1900ء میں آپؓ نے ایف ایس سی کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ کی خواہش تھی کہ آپؓ ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کریں لیکن آپؓ کے والد صاحب کے لیے خرچہ اٹھانا مشکل تھا۔ آپؓ کو اعلیٰ کامیابی کی وجہ سے وظیفہ مل گیا تھا لیکن وہ بھی ناکافی تھا۔ چنانچہ اس کمی کو حضرت اماں جانؓ نے خود پورا کیا اور آپؓ کا داخلہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں کروایا۔

سامعین! ابھی آپؓ میڈیکل کے آخری سال میں تھے کہ 4؍اپریل 1905ء کو کانگڑہ میں شدید زلزلہ آیا اور بہت جانی نقصان ہوا۔ آپؓ کی خیریت کی اطلاع تین دن تک قادیان میں موصول نہ ہوئی تو حضرت اماں جانؓ اور آپؓ کی والدہ صاحبہؓ سخت بے چین ہوئیں اور آپؓ کے متعلق اندیشے پیدا ہو گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے آپؓ کے لیے خصوصی طور پر دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے الہاماً اطلاع دی ''اسسٹنٹ سرجن''۔ پھر آپؓ کی خیریت کی اطلاع بھی آگئی اور اس کے کچھ عرصہ کے بعد جب آپؓ کا رزلٹ آیا تو پنجاب میں ایم بی بی ایس کے امتحان میں اوّل قرار پائے اور آپؓ کا تقرر 'اسسٹنٹ سرجن' کے طور پر ہو گیا۔ 1929ء میں آپؓ کی ترقی سول سرجن کے طور پر ہو گئی۔ آپؓ ایک ماہر فزیشن اور سرجن تھے۔ 1936ء میں ریٹائر ہونے کے بعد آپؓ نور ہسپتال قادیان میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔

سامعین! حضرت میر محمد اسماعیل صاحب نے دو شادیاں کی تھیں۔ آپؓ کی بچپن میں ہی اپنی پھوپھی زاد سے نسبت طے تھی۔ جب آپ کی تعلیم مکمل ہوئی تو آپ کو شادی کے لیے کہا گیا لیکن آپ نہیں مانے کیونکہ آپ کا خیال تھا کہ اُن کی دینی طور پر تربیت اس ماحول میں نہیں ہوئی۔ آخر کار حضرت مسیح موعودؑ سے اس بات کا تذکرہ کیا گیا کہ گھر والے تو اس رشتے پر راضی ہیں لیکن میر صاحب نہیں مانتے۔ حضور علیہ السلام نے قلم اور کاغذ منگوایا اور اس پر کچھ لکھا جس پر میر صاحب راضی ہو گئے۔ چنانچہ آپؓ کی پہلی شادی جولائی 1906ء میں اپنی پھوپھی زاد محترمہ شوکت سلطانہ صاحبہ سے ہوئی۔ پہلی شادی سے آپ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تو پھر حضرت مرزا شفیع صاحب محاسب صدر انجمن احمدیہ کی صاحبزادی مکرمہ حضرت امۃ اللطیف بیگم صاحبہ سے دوسری شادی 1917ء میں ہوئی۔ آپؓ کی حسنِ تربیت کا اثر تھا کہ ساری عمر دونوں بیویوں میں ناچاقی نہ ہوئی۔ آپؓ کی وفات کے بعد بھی وہ اکٹھی رہیں۔ آپؓ کی ساری اولاد دوسری زوجہ سے ہوئی لیکن بچوں کو بڑے ہو کر ہی پتا چلا کہ ان کو کس ماں نے جنم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو تین بیٹوں اور سات بیٹیوں سے نوازا جن میں سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ (حضرت چھوٹی آپا جان)، سیّدہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ، سیّدہ طیبہ صدیقہ صاحبہ، سیّدہ امۃ القدوس صاحبہ، سیّدہ امۃ الرفیق صاحبہ، سیّدہ امۃ السمیع صاحبہ، سیّدہ امۃ الہادی صاحبہ، سید محمد احمد صاحب، سید احمد ناصر صاحب، سید محمد امین صاحب شامل ہیں۔

سامعین! آپ ایک بارعب اور وجیہ شخصیت کے مالک تھے۔ نورانی چہرہ، کشادہ پیشانی، ستواں ناک، بھرا ہوا جسم، درمیانہ قد، باوقار چال آپ کی شخصیت کا خاصہ تھے۔ بہت نرمی سے اور ناپ تول کر بات کرتے تھے۔ آپؓ ہمیشہ باوضو رہا کرتے تھے۔ آپؓ ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے لیکن آپؓ نے خود کو کبھی بڑا آدمی نہیں سمجھا اور بڑی عاجزی کے ساتھ زندگی گزاری۔ نہایت ہنس مکھ، ملنسار، خوش گفتار اور بذلہ سنج اور خوش اخلاق انسان تھے۔ جو بھی ایک دفعہ آپؓ سے مل لیتا وہ ہمیشہ کے لیے آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ آپ کا اندازِ بیان انتہائی دلچسپ اور پُر اثر ہوتا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی محبت آپؓ کی رگ رگ میں شامل تھی۔ آپؓ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جس طرح والہانہ انداز میں ذکر کیا کرتے تھے اور جس عمدگی کے ساتھ قرآن کریم کے معارف اور نکات بیان کرتے تھے وہ انسان کا دل موہ لیتے تھے۔ قرآنی حقائق کا فہم دقیق آپ کو عطا کیا گیا تھا۔ تقویٰ پر اکثر و بیشتر گفتگو فرماتے اور ساتھ ساتھ حدیثیں بھی بکثرت بیان کرتے جاتے تھے۔ آپؓ بلند پایہ انشاء پرداز، بہترین مصنف اور صوفی منش شاعر تھے۔ آپؓ کا منظوم کلام ''بخارِ دل'' ایک اعلیٰ پایہ کا کلام ہے۔ آپ کے کلام میں محبتِ الٰہی اور عشقِ رسولؐ کا پہلو جس قدر نمایاں ہے اُس قدر کوئی اَور چیز نمایاں نہیں۔ پھر آپؓ کی مشہور نعت عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلَام کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

''جب سے مَیں نے ہوش سنبھالی ہے کبھی ایسی نعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نعتوں کے بعد نہ سنی، نہ دیکھی اور میرا خیال ہے کہ ہمیشہ کے لیے یہ نعت حضرت میر صاحبؓ کو خراج تحسین پیش کرتی رہے گی۔''

یہی وجہ ہے کہ یہ نعت آج تعلیمی اداروں، ادبی محفلوں اور مشاعروں میں داد وصول کرتی دکھلائی دیتی ہے۔

آپؓ نے اپنی زندگی کے مختلف مگر دلچسپ اور ایمان افروز واقعات کتاب ''آپ بیتی'' میں یکجا کیے ہیں۔ یہ کتاب خصوصاً ڈاکٹروں کے لیے اور عموماً سب کے لیے قیمتی نصائح سے پُر ہے۔ اس تصنیف سے آپؓ کی ذہانت، لیاقت اور حِسِّ مزاح کی خداداد صلاحیت کا پتا چلتا ہے۔ توحید کے نور اور امن و سلامتی کے پیغام کو چار دانگ عالَم میں پھیلانے والی مسجد فضل لندن کی ابتدائی تاریخ لکھنے کی سعادت حضرت سید میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی۔ آپ کا یہ علمی سرمایہ صدقہ جاریہ بن کر ہمیشہ آپ کے درجات کی بلندی کا باعث بنتا رہے گا۔ یہ کتاب پہلی بار 1927ء میں طبع ہوئی۔

سامعین! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسے پیشے کا مالک بنایا تھا جو خدمتِ خلق کے لیے مخصوص تھا۔ آپؓ ایک ماہر سرجن تھے اور آنکھوں کے آپریشن کے ماہر تھے۔ ملازمت کے دوران جب کبھی آپ قادیان تشریف لاتے تو آنکھوں کے مریضوں کا ایک جمِ غفیر آپ کے پاس جمع ہو جاتا اور آپ بڑی خوشی سے اُن کی آنکھوں کا آپریشن کرتے اور بڑی خندہ پیشانی سے مریضوں سے ملتے۔

آپؓ انتہائی خدا ترس انسان تھے۔ مریضوں سے فیس لینے میں سخت ہچکچاہٹ محسوس کرتے۔ مریض خود آپؓ کی جیب میں پیسے ڈال دیتے۔ کئی دفعہ تو سکّے کھوٹے بھی نکلے۔ غریب مریضوں کے گھر جا کر بھی مفت علاج کرتے۔ دل میں مخلوق کے لیے اتنا درد تھا کہ اتوار کے روز بھی چھٹی نہ کرتے۔

آپؓ اعلیٰ درجہ کے منتظم بھی تھے۔ دیانتداری کا یہ عالم تھا کہ آپؓ کا ماتحت عملہ بھی رشوت لینے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ ایک دفعہ آپؓ کو شکایت ملی کہ ایک مریض کو (جو کھرپہ وغیرہ بنانے کا کاریگر تھا) ہسپتال کا ایک کارکن تنگ کر رہا تھا۔ آپؓ نے مریض سے پوچھا کہ اچھا کھرپہ کتنے میں بنتا ہے؟ اس نے کہا چودہ روپے میں۔ آپؓ نے ہسپتال کے کارکن کو چودہ روپے جرمانہ کر دیا اور مریض کو اُس کا حق دلوایا۔

اسی طرح اگر کسی نے جھوٹ بول کر بیماری کا جھوٹا سرٹیفکیٹ بنوانا چاہا تو آپؓ نے سختی سے ردّ کر دیا اور یہی کہا کہ "میں کسی صورت جھوٹا سرٹیفکیٹ نہیں دے سکتا۔"

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپؓ کی بہت قدر کیا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے کئی جگہ آپؓ کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ڈاکٹر صاحب! ہمارے دوست دو قسم کے ہیں ایک وہ جن کے ساتھ ہم کو کوئی حجاب نہیں اور دوسرے وہ جن کو ہم سے حجاب ہے۔ اس لیے ان کے دل کا اثر ہم پر پڑتا ہے اور ہم کو بھی اُن سے حجاب رہتا ہے جن لوگوں سے ہم کو کوئی حجاب نہیں ہے اُن میں سے ایک آپ بھی ہیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 401)

جب 1924ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے سفر یورپ کے دوران حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کو ناظر اعلیٰ تجویز کیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا:

"ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب جن کو ناظرِ اعلیٰ تجویز کیا گیا ہے اُن کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کی محبت بلکہ عشق خاص طور پر پایا جاتا ہے۔ اس محبت کی وجہ سے روحانیت کا ایک خاص رنگ اُن میں پیدا ہو گیا ہے۔ اس لیے مَیں سمجھتا ہوں ایسی ٹھوکر سے وہ جو دوسروں کو لگ جاتی ہیں یا لگ سکتی ہیں خدا نے اُن کو محفوظ کیا ہوا ہے اور مَیں امید کرتا ہوں کہ اس تعلق کی وجہ سے جو برکات اُن پر نازل ہوتی ہیں اُن کے باعث جماعت کے لیے بہت مفید ثابت ہوں گے۔"

(الفضل 24 جولائی 1924)

حضرت میر صاحبؓ کو اپنے مولا کے لیے بے پناہ غیرت تھی اور اس معاملے میں بہت زود حس تھے۔ آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ 1907ء میں مَیں لاہور میو ہاسپٹل میں ہاؤس سرجن تھا کہ میری بڑی سالی ہمارے ہاں آئیں۔ وہ میری پھوپھی کی بیٹی بھی تھیں۔ اُن کی ایک لڑکی کچھ مہینے زندہ رہ کر مر گئی تو اس صدمے کو بھلانے کے لیے وہ اپنی چھوٹی بہن کے پاس آ گئیں۔ وہ بار بار ذکر کیا کرتی تھیں کہ اگر میرے بہنوئی ڈاکٹر صاحب (یعنی خاکسار) میرے پاس ہوتے تو میری لڑکی نہ مرتی۔ جب انہوں نے کئی دفعہ اس قسم کا ذکر کیا تو مجھے خدا تعالیٰ کے متعلق بڑی غیرت آئی اور میں نے کہا کہ "اب ان کے ہاں ضرور ایک لڑکا پیدا ہو گا اور وہ میرے زیر علاج رہ کر میرے ہی ہاتھوں میں مرے گا۔" بات آئی گئی ہوئی۔ 1913ء میں خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اس کا چلّہ کر کے وہ اپنی بہن سے ملنے ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ لیکن سفر میں تھرموس میں رکھا خراب دودھ وہ بچے کو پلاتی رہیں۔ دوسرے دن سے لڑکے کو سبز دست آنے لگے، میں نے جو بھی ہو سکا اس بچہ کا علاج کیا اور دوسرے ڈاکٹروں سے بھی مشورہ لیا مگر بچہ کو نہ اچھا ہونا تھا نہ ہوا اور دو ہفتے بعد وفات پا گیا۔ اس وقت مجھے وہ بات یاد آئی جو مَیں نے چھ سات سال پہلے لاہور میں کہی تھی تا کہ ان کا شرک ٹوٹے۔

(آپ بیتی از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ صفحہ 29-30)

اسی طرح آپؓ کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق اور حضور علیہ السلام کے دعویٰ پر یقین کی ایک مثال یوں ہے کہ ایک دفعہ حضرت میر صاحبؓ ٹرین میں سفر کر رہے تھے کہ اس ڈبے میں ایک پیر فقیر بھی سوار ہو گئے۔ جب ان کو یہ پتا چلا کہ آپؓ کا تعلق قادیان سے ہے تو انہوں نے ازراہ طنز کہا "اگر مرزا صاحب نبی تھے تو آپ لوگ ولی ہوں گے۔" میر صاحبؓ نے بڑے اطمینان اور اعتماد سے جواب دیا کہ "ہاں ہم ولی ہیں۔" اس پر پیر صاحب نے مزید کہا کہ "اگر ولی ہیں تو کوئی نشان دکھائیں۔" آپؓ نے پوچھا "کیسا نشان چاہتے ہو؟" اس وقت ریل گاڑی اپنی پوری رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ پیر صاحب نے مطالبہ کیا کہ گاڑی ابھی چلتے چلتے رک جائے۔ چنانچہ ان کے یہ کہتے ہی ریل گاڑی کو اچانک بریک لگی اور گاڑی رک گئی۔ گاڑی کا عملہ اُترا لیکن کوئی ظاہری سبب (زنجیر وغیرہ کھینچنا) سامنے نہ آیا۔ آپؓ نے بار بار پیر صاحب سے پوچھا: "آیا آپ کی تسلی ہو گئی ہے؟" یہاں تک کہ وہ بول اٹھے کہ ہاں وہ مان گئے ہیں۔ جونہی انہوں نے یہ کہا گاڑی دوبارہ چل پڑی۔

سامعین! حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ ایک صاحبِ کشف والہام بزرگ تھے لیکن آپ اپنے کشف اور الہام کھل کر بیان نہیں کرتے تھے اگر کچھ بیان بھی کیا تو مقصد صرف اصلاح وتربیت ہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بارہا آپؓ کو اپنی بخشش اور پیار کے نظارے دکھائے۔ آپؓ کا ایک مضمون بعنوان ''خم خانۂ عشق میں ایک رات'' 1936ء میں چھپا تھا جو کشفی اور الہامی کیفیات کا مجموعہ ہے، ہم اسے مکالمۂ الٰہیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

جب حضرت میر صاحبؓ کی عمر 39 برس تھی تو ایک رات آپؓ مسجد مبارک قادیان میں عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو دیکھتے دیکھتے مسجد نمازیوں سے خالی ہو گئی اور آپؓ تنہا رہ گئے۔ آپؓ بھی مسجد کی سیڑھیاں اُترنا شروع ہو گئے کہ عشق الٰہی کی ایک عجیب کیفیت نے از خود آپؓ کے دل میں جوش مارا۔ ساتھ ہی آپؓ کو مسجد کے اندر سے ایک غیبی آواز آئی کہ ''میرا گھر چھوڑ کر اپنے گھر چلا ہے اور پھر ایسے خلوت کے وقت میں جو آئندہ کبھی میسر نہیں آئے گا۔'' یہ آواز سن کر آپؓ اُلٹے پیر واپس مسجد کی سیڑھیاں چڑھنے لگے کہ اللہ کی طرف سے پھر یہ حکم ہوا کہ حریم قدس کا رستہ بھول گیا! یہ سیڑھیاں تو خم خانۂ عشق میں نہیں آتیں، نہ یہ عاشقوں کا راستہ ہے۔ پھر خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ آنا ہے تو پرانی سیڑھیوں کی طرف سے آ اور سر کے بل آ اور گریبان چاک کر کے آ۔ چنانچہ اس الٰہی حکم کی تعمیل میں آپؓ نے ان قدیم سیڑھیوں کا راستہ اختیار کیا جو حضرت مسیح موعودؑ استعمال فرماتے تھے۔ آپؓ نے اس وقت بے اختیاری کی حالت میں خود اپنے ہاتھوں سے اپنا گریبان چاک کیا۔ پرانی سیڑھیوں کی دہلیز پر پہنچے تو پھر حکم ہوا: ''اے اشعث اغبر لے اُٹھ اور اوپر چل۔'' (اشعث اغبر سے مراد بکھرے بال اور غبار آلودہ پیشانی والا شخص ہے۔) چنانچہ آپؓ نے سیڑھیوں کو اس طرح قدم بہ قدم طے کیا کہ ہر زینہ پر سجدہ کرتے اور پھر اپنی داڑھی سے اسے صاف کرتے اور پھر اگلے زینے کی طرف بڑھتے۔ یہ مختصر سا راستہ زینہ بہ زینہ ایک گھنٹے میں طے کیا۔ مسجد میں پہنچ کر آپؓ عبادت اور دعاؤں میں مشغول ہو گئے۔ اس راز ونیاز کے دوران آپؓ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی بخشش طلب کی۔ جواب آیا کہ ''مفت؟'' عرض کیا ''میں کیا پیش کر سکتا ہوں؟ جو کچھ ہے وہ آپ کا ہی دیا ہوا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جان اور ایک چیز سب سے عزیز۔'' اس دلنشین مکالمۂ الٰہیہ کے بعد آپؓ کی تہجد جاری رہی۔ تہجد اور فجر کے درمیانی وقت میں کوئی دبے پاؤں خاموشی سے آپؓ کے پیچھے سے گزرا۔ آپؓ نے سر اٹھا کر دیکھا تو بحالتِ بیداری آپؓ کو کشفاً اپنے سامنے ایک بہت بڑا آئینہ دکھائی دیا۔ آپؓ کو یہ احساس ہوا کہ جو ہستی آپؓ کے پیچھے تھی وہ اس آئینہ میں اپنا جلوہ آپؓ کو دکھانا چاہتی ہے۔ پھر اچانک آنکھ کو چندھیا دینے والا ایک نور اس آئینہ میں ظاہر ہوا جسے نظر بھر کر دیکھنا ناممکن تھا لیکن آپؓ نے پھر بھی ہمت کر کے اس آئینہ میں جلوہ گر خدا تعالیٰ کی تجلّی کو نظر بھر کر دیکھ ہی لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی وہ نورانی تجلّی اسی طرح آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ گئی۔ آپؓ کے اپنے الفاظ میں ''یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس جان جاناں نے مجھے اپنا رُخ زیبا دکھانے کے لیے یہ شکل آفتاب نصف النہار کی اختیار کی ہے اور مَیں نے اس تمام ناز وانداز کے اندر ایک ارادہ، ایک مذاق، ایک شوخی، ایک ترحُّم اور ایک محبت کی نظر کو بچشم خود ملاحظہ کیا۔''

صبح ہوتے ہی حضرت میر صاحبؓ نے اللہ تعالیٰ سے اشارہ پا کر، پہلے ایک سیاہ بکرا اور ایک سفید مینڈھا قربان کیے۔ پھر اپنی عزیز ترین جائیداد یعنی وہ ذاتی مکان ''کُنج عافیت'' جو مسجد مبارک کے عین ساتھ تھا وہ جماعت کو دے دیا۔ گھر پہنچے تو اپنی عزیز بیٹی سیّدہ مریم صدیقہ پر نظر پڑی۔ آپؓ نے اس کو گود میں اٹھا کر دعا کی کہ ''اس کا نام ہی شاہد ہے۔ میرا پہلے بھی یہی ارادہ تھا، اب اسے بھی قبول فرمایئے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم۔''

(ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ از حمید اللہ نصرت پاشا صفحہ 35-38)

آپؓ نے اپنی بڑی بیٹی کا نام ''مریم صدیقہ'' اس نیت سے رکھا تھا کہ وہ حضرت مریمؑ کی طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف ہو۔ اسی بیٹی کا دوسرا نام آپؓ نے ''نذرِ الٰہی'' بھی اسی خیال سے رکھا تھا۔ یہ فکر آپؓ کو بدستور لاحق رہی کہ یہ نذرانہ قبول ہوا ہے یا نہیں۔ تقریباً پندرہ سال بعد بالآخر خدا کی درگاہ میں اس نذرانے کی قبولیت کا نشان ظاہر ہوا کہ آپؓ کی اس بیٹی کا ہاتھ، حضرت امّ المومنینؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے لیے مانگ لیا۔ 1935ء میں یہ بابرکت شادی ہوئی۔

سامعین کرام! 1945ء سے ہی آپؓ کو اپنی وفات سے متعلق تواتر سے خبر دی جانے لگی۔ ایک الہام جو تقریباً ساری رات ہوتا رہا: ''بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید'' یہ خواب بھی دیکھا کہ ''... مَیں کسی جگہ ملازم ہوں اور وہاں میرے مکان کی سرکاری مرمت پر راج لگے ہوئے ہیں۔ اتنے میں پروانہ سرکاری میرے تبادلے کا آیا۔ تو میں نے راجوں کی ہدایت نمائی چھوڑی اور کہا کہ اب میرا اس مکان سے تعلق نہیں رہا اور کوئی دلچسپی اس میں مجھے نہیں ہے۔ اس لئے مجھے اگلے نئے مکان کا خیال کرنا چاہئے نہ کہ اس کا جسے میں چھوڑ چلا ہوں''۔

ویسے تو آپ کو دمہ اور پسینہ نہ آنے کی شکایت 17، 18 برس سے تھی اور بیماری کے شدید حملے سردی اور گرمی دونوں موسموں میں ہوتے تھے۔ مگر آخری علالت نے، جو جنوری سے جاری تھی، جون میں شدّت اختیار کر لی اور آخری ایام میں آپ اکثر نیم بیہوش سے رہتے تھے اور اسی میں شدّت کرب سے اٹھ کر چلتے رہتے۔ اس قدر تکلیف

کے باوجود کبھی آپ کے منہ سے اضطراب یا شکایت کا کلمہ نہیں سنا۔ بہت بے چین ہو جاتے تو فقط "یا اللہ" کہتے۔ کبھی ہائے کا لفظ آپ کی زبان پر آتے نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ کہا کہ "سخت دکھ اور تکلیف پر صبر کرنے کا ہی اجر ہے"۔ 17 جولائی 1947ء کی صبح نو بجے بیہوش ہوئے اور 18 کی شام اسی بیہوشی میں وفات پا گئے۔

آپؓ کے چھوٹے بھائی حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کی وفات 17 مارچ 1944ء کو صرف 54 سال کی عمر میں قادیان میں ہوئی۔ وہ جمعۃ المبارک کا روز تھا۔ اُس روز حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے کہا تھا کہ میر محمد اسحاق کی وفات آج جمعہ کے دن ہوئی ہے۔ ہمارے والد کی وفات بھی جمعہ کے دن ہوئی تھی۔ پھر آپؓ نے اپنے خاندان کے بعض دیگر بزرگان کا بھی ذکر فرمایا جن کی وفات جمعہ کے روز ہوئی تھی اور پھر فرمایا کہ اب ہمیں اپنے جمعہ کا انتظار ہے۔ چنانچہ تقریباً تین سال بعد آپؓ کی وفات 18 جولائی 1947ء بروز جمعۃ المبارک 66 سال کی عمر میں ہوئی۔ عجیب امر یہ بھی ہے کہ آپؓ کی پیدائش بھی 18 جولائی کی تھی۔ دراصل آپؓ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت دے دی گئی تھی کہ آپ کی عمر "اللہ" کے اعداد کے مطابق ہو گی اور وفات جمعہ کے دن ہو گی۔ یہ دونوں باتیں بعینہٖ پوری ہوئیں۔ لفظ 'اللہ' کے اعداد 66 بنتے ہیں۔

19؍جولائی صبح 8 بجے کے قریب جنازہ الصفہ سے اٹھایا گیا۔ اُس وقت ساری رات کے بجھے ہوئے آنسو بغیر کسی شور وفغاں کے آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ خلیفۃ المسیح الثانیؓ میت کے سرہانے کھڑے تھے اور آپ کی آنکھوں سے موتیوں کے خاموش قطرے قطار در قطار ڈھلک رہے تھے۔

میت بہشتی مقبرہ کے باغ میں رکھی گئی۔ جہاں حضورؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ کوئی چھ سات ہزار آدمی شامل تھے۔ اس کے بعد حضورؓ نے ایک بار پھر آپ کا منہ دیکھا۔ دعا کی اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ پھر بعض عزیزوں نے اور دوسرے لوگوں نے چہرہ دیکھا اور کوئی دس بجے کے قریب آپ کو قطعہ خاص میں اپنی والدہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

حضرت میر صاحبؓ کی یہ بھی خواہش تھی کہ آپؓ کی تدفین حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مزار کے قریب ہو۔ آپؓ کا یہ دعائیہ مصرعہ ہے:

مِل جائے ایک قبر جوارِ مسیح میں

خدا تعالیٰ نے اس خواہش کو بھی پورا فرما دیا کیونکہ آپؓ کی وفات تقسیمِ ملک سے ایک ماہ قبل ہوئی اور اس طرح آپؓ کی تدفین حضور علیہ السلام کے قرب میں قطعہ خاص میں ہوئی۔

آپ کی شخصیت خاکسار کی بیان کردہ مندرجہ بالا آیت کے مطابق تھی یعنی آپؓ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، (خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے، اور بُری باتوں سے روکنے والے، اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے تھے۔

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

✿✿✿✿